سلسلہ دعوات عبدیت کے

حصہ اول کا چھٹا وعظ

حقوق المعاشرہ

منجملہ ارشادات

حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ عالم ربانی مولٰنا و مقتدانا حاجی حافظ
قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی فاروقی چشتی حنفی قدس سرہ

بہ تصحیح

(محمد سراج الحق مچھلی شہری)

ناشر:- مکتبہ جامی و اخوانہ حسن منزل الہ آباد ۳

باہتمام

عبد المجید اسرار کریمی پریس الہ آباد میں چھپا

فہرست مضامین وعظ حقوق المعاشرت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعوات عبدیت حصہ اول کا

حقوق المعاشرت

نمبر ۶

این	متیٰ	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
جامع مسجد تھانہ بھون	۸ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ	تخمیناً ڈھائی گھنٹہ	بیٹھ کر	حقوق و طرز معاشرت	مولوی نور حسین صاحب پنجابی		

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یَا اَھْلَ الْکِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْا اَھْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ؕ پہلے میں نے ایک وعظ میں کچھ حقوق کے متعلق بیان کیا تھا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کتنے حقوق ہیں اور وہ چند ہیں۔ سلام اجابۃ الداعی (ہر دو معنی کے اعتبار سے یعنی دعوت قبول کرنا اور بلائے تو جواب دینا) چھینکنے کیوقت الحمد للہ کہے تو جواب دینا۔ بیمار ہو تو بیمار پرسی کرنا۔ مرجائے تو جنازے میں شریک ہونا یہ تو حاضر ہونے کیحالت کے حقوق ہیں اور بعض ایسے حقوق ہیں جو غائب ہونیکے وقت کے ہیں مثلاً اُسکی غیبت کو دفع کرنا اُسپر کوئی بہتان باندھے اُسکا دور کرنا وغیرہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ ان حقوق کے ضروری آداب کسی موقع پر بیان کرونگا سو ان حقوق کیمتعلق بعض ضروری آداب کو آج بیان کرتا ہوں جاننا چاہیئے کہ اخلاق اور معاشرت کے بھی کچھ حدود و قوانین ہیں مثل احکام نماز روزے وغیرہ کے کہ جن کی کمی بیشی سے افراط تفریط میں مبتلا ہو کر ادائے حقوق سے آدمی قاصر رہتا ہے پس جس طرح

بیشی کمی

چار رکعت والی نماز، پانچ رکعت یا تین رکعت پڑھنے سے ادا نہیں ہوتی اور عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنے
سے نہیں ادا ہوتی یا جیسے رکوع میں قرأت جائز نہیں بلکہ اور گناہ ہے یا جیسے روزہ عصر تک روزہ نہیں
ہوتا اور نیز عشا تک روزہ رکھنے سے معصیت لازم آتی ہے۔ اسی طرح حقوق معاشرت و اخلاق کے بھی
حدود ہیں کہ ان میں کمی بیشی کرنے سے قبیح کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ اسلئے ان کے آداب اور حدود کو
جاننا ضروری ہے آجکل باہمی برتاؤ کے طرز سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ احکام معاشرت سے اکثر کو
ناواقفی ہے گویا اسکو دین ہی نہیں سمجھتے اسلئے اپنی رائے میں جو آیا کر لیا اس لئے اسکے احکام کی تحقیق
بھی نہیں کرتے اور بعض جاننے والے معاشرت اور اخلاق میں کمی اور تفریط کو تو برا جانتے ہیں مگر
افراط کو برا نہیں جانتے بلکہ مطلقاً کثرت کو مطلوب اور محبوب سمجھتے ہیں حالانکہ اوپر غلو کے مذموم ہونے
زبانی
سے معلوم ہو چکا ہے کہ جس طرح کمی بری ہے اسی طرح زیادتی بھی بری ہے مثلاً سلام ہے کہ لوگ
اس میں کتنی زیادتی کرتے ہیں کہ ذکر۔ قرآن۔ خطبہ۔ اذان وغیرہ سب میں آتے جاتے سلام
کرتے ہیں مثل مشہور ہے اوچھے نے سیکھا سلام نہ صبح دیکھے نہ شام۔ اس قسم کی افراط بھی دین میں
پسندیدہ نہیں بلکہ حدود سے تجاوز اور غلو فی الدین ہے جس کو اس آیت لا تغلوا فی دینکم میں
منع فرمایا گیا ہے اس کی مثال نسخے کی سی سمجھنا چاہئے۔ مثلاً طبیب نسخے میں ۶ ماشہ کوئی دوا لکھے
تو اگر یہ خیال کرکے کہ یہ چیز جب طبیب نے لکھی ہے تو مفید ضرور ہے۔ زیادہ ڈالنے سے اور زیادہ فائدہ
ہوگا کوئی شخص وزن بڑھا دے تو وہ دوا ہرگز مفید نہ رہے گی کیونکہ نفع مقدار خاص کیساتھ
مشروط تھا اسی طرح شریعت جب طب روحانی ہے تو اس کے احکام کی مثال نسخے کی سی
سمجھنا چاہئے تو اس میں کمی بیشی کرنے سے ضرور نقصان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تلک
حدود اللہ فلا تعتدوھا۔ آداب و حقوق کے بیان کرنے کا وعدہ میں نے کیا تھا اسلئے
اللہ کی باندھی حدود سے نہ بڑھو
آج اس کا ایفاء کرتا ہوں کیونکہ یہ بھی ضروری ہے اور ایفاء وعدہ بطور دین کے واجب لازم
قرض
ہو جاتا ہے اور لوگ اس میں سستی کرتے ہیں اور اسکی پروا نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات بعض ایسے
حقوق کا درجہ کہ دراصل کم درجے کے ہیں، بڑے حقوق سے زیادہ شرع نے اہتمام کیا ہے کیونکہ ضروری
حقوق کو تو خود ہی لوگ ضروری سمجھکر ادا کر لیں گے مگر جن حقوق کو ہلکا سمجھ رہے ہیں ان میں
ضرور کوتاہی کریں گے اس لئے ان پر خاص تنبیہ کی جاتی ہے اور یہی نکتہ ہے قرآن میں وصیت کو
دین پر ذکر میں مقدم کرنے کا چنانچہ ارشاد ہے من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین حالانکہ شرعاً تجہیز
وصیت یا قرض کے بعد
و تکفین کے بعد سب سے مقدم دین ہے اور اس کے بعد وصیت مگر ذکر میں اللہ تعالیٰ نے وصیت کو

اس لئے مقدم فرمایا کہ لوگ وصیت کے باب میں تساہل زیادہ کرتے ہیں اور قرض تو سب ہی کے نزدیک ضروری چیز ہے پھر اسکے مطالبہ میں جبر کرنیوالے بھی موجود ہیں اور وصیت فی نفسہ تبرع ہے اس میں جبر کرنے کا کسی کو حق نہ تھا اسلئے وصیت کو ذکر میں مقدم کر کے تنبیہ کر دی کہ دیکھو اسکا بہت بہت خیال (افول و زائد) رکھنا خیر یہ ایفاء وعدہ کا ذکر بطور جملہ معترضہ کے ہو گیا تھا اب آداب اُن حقوق کے بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک سلام ہے کہ یہ کفایہ کے طور پر سنت ہے مگر اسمیں یہ بے احتیاطیاں کیجاتی ہیں کہ ایک تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ وقت سلام کا ہے یا نہیں بعض اوقات سلام ممنوع بھی ہے مثلاً عبادت کے وقت (خواہ وہ ذکر ہو یا قرآن یا نماز) سلام ممنوع ہے کیونکہ ایسے وقت سلام کرنا خدا تعالیٰ کیطرف سے اُسے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کرنا ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص حاکم کے پاس بیٹھا ہوا اس سے باتیں کر رہا ہو اور ایک دوسرا شخص اسکو اپنی طرف مشغول کرنا چاہے کیا یہ خلاف ادب نہ ہوگا ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی مشغول خدا کو اپنی طرف مشغول کرنا چاہتا ہے تو ادرکہ المقت فی الوقت (اُسی وقت فوراً اُس پر اللہ کی خوشی نازل ہوتی ہے) ہاں اگر ضرورت شدید آپڑے تو اسوقت ذکر کو چھوڑ کر دوسرا کام کرنا یہ اور بات ہے مثلاً نابینا کنوئیں میں گرنے لگے تو ایسے وقت میں نماز بھی توڑ کر اسکو بچانا ضروری ہے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسے ذکر کے وقت سلام ممنوع ہے۔ ایسی ہی کوئی حرکت جس سے دل بٹ جائے ممنوع ہے مثلاً اسکو آگاہ کرنے کیلئے کھنکھارنا۔ کھانسنا یا اسکی عین پشت کے پیچھے بیٹھ جانا کہ اس سے دوسرے آدمی کی طبیعت پریشان ہوتی ہے۔ اپنے اوپر قیاس کر کے دیکھ لینا چاہیئے۔ انچہ بر خود نپسندی بر دیگراں مپسند بعض لوگ بیٹھ پیچھے بیٹھنے کو ادب سمجھتے ہیں حالانکہ ادب ایسی چیز میں کبھی نہیں ہو سکتا جس میں تکلیف ہو وہ تو بے ادبی ہوئی ہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ۔۔۔ کسے را باکسے کارے نباشد

(بہشت وہ جگہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو اور ایک کو دوسرے سے کوئی مطلب نہو)

جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اُن کے پیچھے اسی طرح آکر بیٹھ جائے تب حقیقت معلوم ہو جائے بعض نے ان مضامین کے بیان کرنے پر اعتراض کیا کہ تمہارے مزاج میں تو انگریزی انتظام ہے افسوس ہے درمختار تو کوئی انگریزی کتاب نہیں۔ اس میں بھی سلام کے یہ آداب مذکورہ لکھے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ ذکر کے وقت دوسرے آدمی کو انتظار میں تکتے رہتے ہیں اس سے بھی طبیعت پریشان ہوتی ہے بلکہ اگر انتظار کرنا ہو تو ایسی جگہ انتظار کرنا چاہیئے کہ ذاکر اس شخص کو نہ دیکھے تاکہ اسکا قلب پریشان نہ ہو اور یہ شخص اُسکو دیکھ سکے۔ اسی طرح بعض لوگ اور جگہ موجود ہوتے

(نرمی اور سختی ملی جلی ہو تو اچھی ہے جراح کو دیکھو زخم بھی لگاتا ہے پھر مرہم بھی لگاتا ہے)

پس اصل اصول اخلاق کا یہ ہے کہ بلا وجہ کسی کو تکلیف واذیت نہ پہنچائے۔ بعضے لوگ گھر پہ آکر تقاضے پر تقاضا اور آوازیں دینی شروع کر دیتے ہیں یہ بھی تکلیف دینا ہے ان الذین ینادونک من وراء (جو لوگ آپ کو حجروں سے باہر سے) الحجرات اکثرھم لا یعقلون (پکارتے ہیں اکثر بے عقل ہیں) پہلے سے سلام کے آداب بیان ہو رہے تھے تو ایک ادب تو مذکور ہوا کہ طاعت وذکر میں جو شخص مشغول ہو اسکو سلام نہ کرے۔ کیونکہ عاصی کا اکرام جائز نہیں اور ایک ادب یہ ہے کہ حاجت ضروریہ یعنی بول وبراز کی حالت میں سلام نہ کرے نیز کھانے پینے کی حالت میں سلام نکرنا چاہئے اسوقت اگر جواب دیا تو احتمال ہے کہ گلے میں پھندا پڑ جائے۔ اس بیان کے ضمن میں بہت آداب اور احکام آگئے پھر سلام کا متمم مصافحہ ہے اسکے بھی چند ضروری آداب بیان ہوتے ہیں سو جاننا چاہئے کہ مصافحہ اول لقاء (ملاقات) میں بالاتفاق مسنون ہے اور رخصت کے وقت مختلف فیہ اور ان دو کے سوا تیسرا ثابت نہیں پس اسکے لئے بھی ضوابط وحدود مقرر ہوئے اور اس کی کیا تخصیص ہے ہر چیز کے واسطے خاص ضوابط اور شرائط ہیں کہ بدون ان کے وہ چیز درست نہیں ہوتی مثلاً نماز ہے اگر کوئی چار رکعت کی جگہ پانچ رکعت پڑھنے لگے تو صحیح نہیں ہوگی یا جمعہ حنفیہ کے نزدیک دیہات میں پڑھنے لگے تو نہیں ہوگا یا حج بمبئی جاکر کرے تو نہیں ہوتا اسی طرح ہر امر میں ضابطہ اور قاعدہ ہے۔ چنانچہ مصافحہ معانقہ کے بھی قاعدے مقرر ہیں مثلاً عیدین اور جمعہ میں جو لوگ محض رسم جانکر مصافحہ یا معانقہ کیا کرتے ہیں کہیں ثابت نہیں اور عیدین اور جمعہ کو اس میں کوئی دخل نہیں اس لئے یہ رسم بدعت ہے اس کو ترک کر دینا چاہئے اور بتلانے والے علماء سے ایسے امور میں مزاحمت نہ کرنا چاہئے کہ صاحب اس کی کیا وجہ ہے یہ کیوں منع ہے کیونکہ دلائل کا سمجھنا آسان نہیں ہے اس کے لئے خاص علوم کی بھی ضرورت ہے البتہ احکام بیشک آسان ہیں کہ مسئلہ معلوم کر لو اور عمل کر لو باقی دلائل ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتے مگر عوام کے حال پر افسوس ہے کہ باوجود جہل کے علماء سے مقابلہ کرتے ہیں اصل یہ ہے کہ ان کے دل میں علماء کی وقعت نہیں رہی ورنہ وقعت خود مانع ہوتی ہے مزاحمت سے دیکھو اگر کوئی انجینیر کسی سرکاری عالیشان قیمتی عمارت کے گرانے کا حکم دیدے اور اس عیب ونقصان کی تفصیل نہ بیان کرے تو وہ عمارت فی الفور گرادی جاتی ہے ذرا تامل نہیں کیا جاتا کیونکہ اس کو ماہر ومعتبر سمجھ کر اس کی اس تجویز کو باوقعت سمجھا جاتا ہے اور بڑے سے بڑا فاضل دل میں یوں جان لیتا ہے کہ جس بات کو انجینیر کی عقل اور نظر معلوم کر سکتی ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ افسوس علماء کو اتنا بھی نہیں سمجھا جاتا جتنا انگریز ڈاکٹر اور انجینیر کو سمجھتے ہیں احکام کا

آسان اور دلائل کا مشکل ہونا ایسا ہے جیسا اقلیدس کا یہ دعویٰ سمجھنا تو چنداں دشوار نہیں کہ مثلث کے تین زاویے مل کر دو قائموں کے برابر ہوتے ہیں مگر اس کی دلیل ہر شخص کو سمجھنا آسان نہیں بجز اسکے جو اس کے مبادی جانتا ہو بعض اس سے بڑھ کر شریعت میں ترمیم کی رائے دیتے ہیں اگر ایسی رائے دینے والوں کی باتیں مانی جاویں تو شریعت تو تمام مٹ کر رہ جائے اور بجز کفر و دہریت کے اسلام کا نام بھی باقی نہ رہے۔ ان رائے دہندگان کی بالکل ایسی مثال ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند   ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

(بلی ہی بادشاہ اور کتا بنا وزیر تو چوہا پیشکار بنا جہاں ایسے ایسے اہلکار ہوں گے تو ملک چوپٹ ہو کر رہے گا)

مسلمان من حیث مسلمان کا مشرب تو احکام الٰہیہ میں یہ ہے ؎

زباں تازہ کردن باقرار تو   نینگیختن علّت از کار تو

(زبان سے تیرے خدا ہونے کا اقرار کرنا چاہئے اور تیرے حکموں کی علت۔ حکمت۔ فلاسفی۔ راز۔ وجہ نہ تلاش کرنا چاہئے)

افسوس یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ وکیل سے قانون اور دفعہ پوچھی جاوے تو معقول ہے مگر بنائے قانون دریافت کرنا محض غیر معقول ہے اول تو اکثر وکیل جانتے ہی نہ ہوں گے اور جو جانتے ہیں وہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا فرض منصبی قانون بتلانا ہے نہ کہ علت قانون۔ اگر بنائے قانون کی تحقیق منظور ہے تو واضعان قانون سے جا کر پوچھو اور تبدیل قانون کی رائے دینا۔ اور اس میں بحث و گفتگو کرنا تو صریح انکار حکومت ہے افسوس حکومت دنیویہ کے قانون ہیں تو یہ مداخلت ناجائز سمجھی جاوے مگر شریعت کے احکام میں مداخلت کو سہل سمجھا جاوے۔ حکیم ڈاکٹر سول سرجن جب کوئی نسخہ تجویز کرتا ہے اس سے کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ نسخہ کیوں تجویز کیا ہے اس کی وجہ اور علّت کیا ہے مگر علماء سے علّتیں پوچھی جاتی ہیں اور حجتیں نکالی جاتی ہیں اصل یہ ہے کہ وہاں تو اصلاح اور شفا مقصود ہے اور یہاں یہ مقصود ہے نہیں ورنہ اطبّائے روحانی کے نسخہ کو (بعد تحقیق ان کے طبیب ہونے کے) بے چون وچرا پی جاتے مگر ان کے دلوں میں خود احکام ہی کی وقعت اور عظمت نہیں بلکہ احکام خداوندی کو کھیل بنا رکھا ہے احکام کا حال رسم و رواج کا سا سمجھتے ہیں کہ ان میں حسب مصلحت تغیّر و تبدّل ہوا کرتا ہے ؎

سحر را با معجزہ کردہ قیاس   ہر دو را بر مکر بنہادہ اساس

(جادو اور معجزے کو برابر سمجھا یعنی دونوں کی بنیادیں مکاری پہ سمجھ گئے)

احکام کے دلائل سمجھنا محققین کا کام ہے اور محقق ہونے کے لئے خاص اسباب و آلات کی ضرورت ہے اور جو آدمی درجہ تحقیق پر پہونچنے کی ہمت نہ رکھتا ہو اُس کو محققین کی تقلید واتباع کرنا چاہئے اور اگر نہ محقق ہوا نہ مقلّد تو عنقریب (آخرت میں) وہی حالت ہوگی جیساکہ ارشاد فرمایا ہے وقالوا لو کنّا نسمع او نعقل ما کنّا فی اصحاب السعیر الخ اب مصافحہ کے متعلق عرض کرتا ہوں بعض وقت مصافحہ کرنے سے دوسرے آدمی کو بار ہوتا ہے فرض کیجئے ایک ہاتھ میں جوتا ہے دوسرے ہاتھ میں چھتری ہے۔ اب مصافحہ کیسے کرے بجز اس کے کہ جوتے کو رکھے تو خود اسکی تکلیف دینا یہ امر غیر معقول ہے۔ اسی طرح جو آدمی کام میں مشغول ہو اس سے مصافحہ نہ کرنا چاہئے۔ اس سے تکلیف بھی ہوتی ہے اور حرج بھی ہوتا ہے اسی طرح جو شخص تیز چلتا ہو اُس کو مصافحہ کے لئے محبوس رکھنا مناسب نہیں کیونکہ اس میں دوسرے ضروری کام کا حرج ہوتا ہے اس لئے تنگی ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض آدمیوں کی عادت ہے کہ مجلس میں پہونچکر سب آدمیوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور گروہ لوگ کسی شغل میں ہوں تو اتنی دیر تک سب بیکار ہوجاتے ہیں اور اس سے تنگی ہوتی ہے۔ اسی طرح اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ بعد وعظ واعظ سے ضرور مصافحہ کرتے ہیں سو اول تو یہ بدعت ہے اور پھر تکلیف بھی ہے جس بات میں دوسرے کو تکلیف ہو وہ نہ کرنا چاہئے مثلاً اگر قرائن سے معلوم ہو کہ سفارش کرنے سے دوسرے آدمی پر بوجھ ہوگا تو ایسی سفارش نہ کرے بعض دفعہ سفارش پر عمل کرنا اُس آدمی کی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے اور سفارش کنندہ کے لحاظ اور دل شکنی کی وجہ سے اپنی مصلحتوں کے خلاف پر اُس کو مجبور ہونا پڑتا ہے اور اب سفارش کنندہ تو اس خیال میں مست ہیں کہ ہم نے فلاں کی حاجت روائی کردی مگر اس کی خبر نہیں کہ بلا وجہ اور ناحق دوسرے آدمی پر بوجھ ڈالکر اس کی مصلحتوں کا خون کیا۔ ایک نیکی کے لئے جو کہ واجب بھی نہ تھی مفت میں کئی برائیاں ذمہ لیں۔ اکثر لوگ ایک مصلحت تو دیکھ لیتے ہیں کہ ایک آدمی کو نفع پہونچ گیا مگر اُن مضرتوں اور کلفتوں کو نہیں دیکھتے جو دوسروں کو پہونچیں حفظت شیئًا وغابت عنک اشیاء اگر سفارش کی ضرورت ہو تو اس میں صاف ظاہر کر دینا چاہئے (ایک بات یاد اور بہت باتیں بھول گئے) کہ تمھاری مصلحت کے خلاف نہ ہو تو یہ کام کرو ورنہ خیر تاکہ دوسرے آدمی پر بوجھ نہ پڑے دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے مغیث کی سفارش کی کہ ان کو نکاح میں قبول کرلو بریرہ رضؓ چونکہ جانتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفارش میں بوجھ نہیں ڈالتے اس لئے انھوں نے پوچھا کہ آپ حکم فرماتے ہیں یا سفارش آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں حکم نہیں دیتا سفارش کرتا ہوں اس پر بریرہؓ کو چونکہ معلوم تھا کہ آپ اس سے ناخوش نہ ہوں گے اُنھوں نے صاف انکار کردیا تو

بس سفارش ایسی ہونی چاہیئے کہ دوسرے پر بوجھ نہ پڑے بلکہ صاف کہدے کہ اگر خلاف مصلحت نہ ہو تو کرو کچھ زور نہیں ڈالا جاتا ہے کہ صاحب یہ کام آپ کو ضرور کرنا ہوگا۔ افسوس ہم نے سب طریقے اور معاملات اور طرز معاشرت وغیرہ کو بدل دیا ہے۔ کس کس چیز کی اصلاح کیجائے مشکل ہے اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی ہے۔ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

(سارا بدن زخم اور داغ سے بھرا ہے تو مرہم اور پھاہا کہاں کہاں لگایا جائے)

یہ ایسا وقت ہے کہ ان سب خرابیوں کو دیکھ کر زبان پر یہ شعر آجاتا ہے۔

اے بسرا پردۂ یثرب بخواب خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

(اے رسولؐ جو مدینہ میں آرام فرما رہے ہیں اب اُٹھئے اور خبر لیجئے کہ مشرق سے لیکر مغرب تک سارا جہان برباد اور چوپٹ ہوگیا ہے)

غرض اس بات کا خیال رکھے کہ جو کام کلفت دہ ہو وہ نہ کرے مثلاً دعوت تو کم آدمیوں کی ہو اور زیادہ آگئے۔ یہ مرض بھی کچھ ایسا عام ہو رہا ہے کہ لوگ اکثر شادی بیاہ میں اس کی پروا نہیں کرتے۔ خواہ صاحب خانہ کے ہاں اتنا سامان بھی نہ ہو ایک ظریف آدمی تھے انھوں نے جو دیکھا کہ شادی بیاہ وغیرہ عام دعوتوں میں ایک ایک دو دو کو ضرور ساتھ لیجاتے ہیں انھوں نے کیا دل لگی کی کہ ایک دفعہ جو دعوت میں گئے تو ایک بچھیڑے کو بھی ساتھ لیتے گئے اور جب کھانا کھایا جانے لگا تو انھوں نے بچھیڑے کے حصے کی بھی رکابی رکھوائی لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ انھوں نے کہا کہ بھائی اور لوگ اپنی اولاد کو لاتے ہیں میرے کوئی اولاد نہیں میں اسکو عزیز رکھتا ہوں میں اس کو لایا غرض سب شرمندہ ہوئے اور اس رسم کو موقوف کیا گیا حدیث شریف میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوت میں ایک آدمی ویسے ہی چلے گئے آپ نے مکان پر پہونچکر صاحب خانہ سے صاف فرمادیا کہ یہ ایک آدمی ہمارے ساتھ ہولیا ہے اگر تمہاری اجازت ہو تو آوے ورنہ چلا جائے صاحب خانہ نے اس کو اجازت دے دی اور وہ شریک ہوگیا۔ رہا یہ شبہ کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے اُس نے اجازت دے دی ہو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے اُمور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر آزادی دے رکھی تھی کہ جس کا جی چاہتا قبول کرتا تھا اور جس کا جی چاہتا انکار کردیتا تھا چنانچہ حضرت بریرہ کا قصہ آپ نے ابھی سنا ہے۔ ایک قصہ اس سے بڑھ کر سنئے۔ مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ ایک فارسی شخص نے کہ شوربا عمدہ پکاتا تھا۔ شوربا پکا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی آپ نے فرمایا بشرطیکہ عائشہ کی بھی دعوت کرو تو قبول کرتا ہوں۔

(از مرتب۔ غالباً اسلئے کہ آنسوؤں ایران والے اصحاب ازواج سے محبت کرنا سیکھیں)

اُس شخص نے عرض کیا کہ نہیں حضرت عائشہ کی نہیں اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہماری بھی نہیں پھر اُس نے اصرار کیا آنحضرتؐ نے پھر یہی فرمایا اُس نے چند بار انکار کیا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ کا بوجھ اور دباؤ ہوتا تو وہ انکار کیوں کرتا پھر اپنی خوشی سے اُس نے حضرت عائشہؓ کی بھی دعوت کی اور آنحضرتؐ نے قبول فرمائی اور یہ جائز ہے کہ دعوت قبول کرنے میں کوئی شرط لگا دے۔ غرض اس قسم کا تکلف اور تکلیف جو آجکل ہم لوگوں میں ہے اُس زمانہ میں نہیں تھا ہم لوگوں نے اپنی حالت خود بگاڑ رکھی ہے اور مذہب اسلام کو غیر قوموں کی نظروں میں ہلکا بنا دیا ہے وہ ہماری حالت کو جو ہم نے خود اپنے افعال سے کر رکھی ہے دیکھ کر غلطی سے مذہب اسلام کو ناقص سمجھنے لگے ہیں اور دراصل ہم ہی نے اسلام کو بدنام کر رکھا ہے اور جس طرح بعض مواقع مذکورہ میں مصافحہ بھی موجب اذیت ہے اسی طرح کھانے وغیرہ کے وقت مصافحہ کرنا بھی سراسر خلاف تہذیب ہے ہاتھ تو سالن میں سن رہا ہے اِن کو مصافحہ کی پڑی ہے بعض ایسی بے تمیزی کرتے ہیں کہ ہاتھ میں قارورہ پیشاب کا ہے بس اس کو رکھا اور مصافحہ کرنے لگے یہ بالکل نظافت کے خلاف ہے اگرچہ ہاتھ میں کچھ نہ لگا ہو اصل اس کی حدیث من مسّ فرجہ فلیتوضأ ہے (جو اپنی شرمگاہ چھوئے تو اُسے وضو کرنا چاہیئے) امام شافعی صاحبؒ اس حدیث سے مس فرج کو ناقض وضو قرار دے کر وضو کا حکم فرماتے ہیں مگر ہمارے ائمہ اس کو نظافت پر محمول فرماتے ہیں اور کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ ہاتھ اب قابل نماز کے نہیں۔ استحباباً وضو (ستھراپن) لغوی یعنی ہاتھ دھونا یا وضو شرعی کر لیا جاوے اور منجملہ حقوق اسلام ایک حق اجابتہ الداعی یعنی ایک معنی یہ کہ مسلمان بھائی کی پکارنے پر جواب دے۔ اس کے بھی آداب ہیں چنانچہ امام یوسف کو امام صاحب نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ اگر کوئی تم کو پیچھے سے پکارے تو جواب مت دو کیونکہ اس نے تمھاری اہانتہ کی ہے اس نے تم کو حیوان چارپایوں کی طرح پیچھے سے آواز دی ہے کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاء و ندا ء (جیسے وہ شخص جو ایسے جانوروں کو پکارے جو پکارنے یا چلانے کا مطلب ہی نہیں سمجھتا) اور یہ جواب نہ دینا تکبر نہیں ہے بلکہ ایک شخص کی اصلاح ہے اور واقع میں پیچھے سے آواز دینا کتنی بے تمیزی کی بات ہے کہ کام تو ہمارا اور روکیں اُس کو یہ خلاف تہذیب ہے خود آگے بڑھ کر سامنے کی طرف سے آکر بولنا چاہیئے۔ دوسرے معنی اجابتہ الداعی کے دعوت قبول کرنے کے ہیں اس کے بھی آداب ہیں بعض آدمی تکبر کی وجہ سے دعوت غریب کی قبول نہیں کرتے یہ تکبر مذموم اور قبیح ہے۔ ایک حکایت یاد آئی ایک مولوی صاحب کی دعوت ایک

بیچارے غریب نے کی مولوی صاحب اس کے ساتھ دعوت کھانے جا رہے تھے رستہ میں ایک رئیس صاحب سے ملاقات ہوئی رئیس صاحب نے پوچھا مولوی صاحب کہاں تشریف لیچلے مولوی صاحب نے جواب دیا کہ اس سقے نے دعوت کی ہے اس کے یہاں جا رہا ہوں۔ رئیس صاحب ملامت کرنے لگے کہ مولوی صاحب آپ نے تو بالکل ہی بات ڈبو دی اور ایسی ذلت اختیار کی مولوی صاحب نے ایک لطیفہ کیا اس سقے سے فرمایا کہ بھائی اگر ان کو بھی دعوت میں لے چلو تو چلتا ہوں ورنہ میں بھی نہیں چلتا اب وہ سقہ امیر صاحب کے سر ہوا اور منت سماجت کرنے لگا اوّل اوّل تو بہت عذر کئے مگر خوشامد عجیب چیز ہے پھر اور لوگ بھی جمع ہوگئے اور مجبور کرنے لگے لامحالہ جانا پڑا وہاں جاکر دیکھا کہ غریب لوگ جس تعظیم و تکریم اور محبت سے پیش آتے ہیں وہ امیروں اور نوابوں کے یہاں خواب میں بھی نہیں دکھلائی دیتی تو قائل ہوگئے کہ واقعی راحت عزت اور محبت جو غریبوں سے ملنے میں ہے وہ امیروں سے ملنے میں قیامت تک نہیں اور حقیقت میں غریبی میں جو پریشانی کی حد تک نہو جس قدر دینی اور دنیوی راحت ہے وہ ثروت میں نہیں اور فضیلت الگ حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ دعا فرماتے ہیں اللّٰھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین (اے میرے اللہ مجھے مسکین ہی زندہ رکھئے اور مسکین ہی ماریے اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر کیجئے) بس مال کی اتنی ضرورت ہے کہ فاقہ نہو اور پریشانی نہ ہو غرض یہ کہ یہ غریب لوگ اگر دعوت کریں تو صاحب ثروت کو جاہ و تکبر کی راہ سے انکار نہیں چاہئے۔ باقی یہ کہ ہر جگہ کی دعوت بلا امتیاز اخلاص و عدم اخلاص قبول کرے تو زیادہ تحقیق و تفتیش اور کھود کرید کی تو ضرورت نہیں مگر تاہم جن لوگوں کے ہاں بظن غالب اکثر آمدنی حرام کی ہے ان کی دعوت قبول کرنا جائز نہیں۔ جیسا آجکل موروثی زمینوں کی کثرت ہے اسی طرح رشوت کی۔ سو ایسے لوگوں کے ہاں دعوت قبول نہ کرے ہاں اگر غالب مال حلال ہو تو جائز ہے لیکن اگر زجر کے لئے نہ کھاوے تو زیادہ بہتر ہے اسی طرح اگر مجمع معصیت میں دعوت ہو قبول نہ کرے اور اگر اس کے جانے کے بعد فعل معصیت شروع ہے مثلاً راگ باجا جو اکثر شادیوں میں ہوتا ہے تو اگر خاص اس جگہ ہے جہاں یہ بیٹھا ہوا ہے تو چھوڑ کر چلا آوے اور اگر فاصلہ سے ہے تو اگر یہ شخص مقتدائے دین ہے تب بھی اس کو وہاں سے اٹھ آنا چاہئے اور اگر مقتدائے دین نہیں تو خیر کھانا کھا کر چلا آوے۔ اسی طرح جو رسوم خلاف شریعت اکثر شادیوں میں ہوا کرتی ہیں اُن ہی سے وہ مجمع، مجمع معصیت ہو جاتا ہے وہاں نہ بیٹھے اور رسوم تو الگ ہیں خود آجکل برات

ہی مجمع معصیت ہے اگر کوئی اور خرابی نہ ہو تو یہ خرابی تو ضرور ہی براتوں میں ہوتی ہے کہ براتی مقدار دعوت سے زائد جاتے ہیں جس سے بیچارہ میزبان کو سخت دقت کا سامنا ہوتا ہے کہیں قرض لیتا ہے کہیں اور کچھ فکر کرتا ہے غرض بہت خرابی ہوتی ہے پھر ایسے شخص کی نسبت حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں کہ دخل سارقاً وخرج مغیراً (وہ چور کی طرح اندر گیا اور ڈاکہ مار کر لوٹا) ایسی ہی شادی غمی کے موقع پر جو اکثر لوگ تفاخر کے طور پر دعوت کرتے ہیں ان کی دعوت بھی قبول نہ کرنا چاہیئے اسی طرح جو دعوت دین اور اطاعت کا عوض ہو وہ بھی درست اور جائز نہیں جیسے تیجے وغیرہ میں قرآن اور کلمہ درود پڑھ کر اس کے عوض دعوت اور الائچی دانہ اور چنے وغیرہ ملتے ہیں ؎

زیاں می کند مردِ تفسیر داں ۔۔۔ کہ علم و عمل می فروشد بناں

(وہ عالم اپنا نقصان کر رہا ہے جو روٹیوں کے بدلے اپنا علم و عمل بیچے دے رہا ہے)

اسی طرح وعظ کی خاص دعوت یا اُجرت بھی ایسی ہی ہے جس کے دل میں کچھ بھی دین کی غیرت اور عزت ہوگی وہ خود ایسی باتوں سے پرہیز کریگا البتہ واعظ اگر مسافر ہو اور مسافرت کے طور پر کبھی کھالے تو یہ اور بات ہے مگر پھر بھی جہاں پر وعظ ہو اس جگہ سے نہ کھاوے ایسا ہی مرید ہونے کے موقع پر پیر کی دعوت کرنا کیونکہ یہ بالکل صورۃ مبادلہ کی ہے اسی طرح نذر ہدیہ وقت بیعت اور علاوہ اس کے کہ یہ ہدیہ بیعت کے وقت کا مبادلہ کی صورت ہے اس میں کئی اور بھی خرابیاں ہیں مثلاً بعض نادار غربا جو بیعت ہونا چاہتے ہیں وہ بوجہ شرم کے رُک جاویں گے۔ اسی طرح ذلت کی دعوت بھی قبول نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ذلت سے بچنا شریعت میں محمود ہے حدیث شریف میں ہے کہ لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ (مسلمان کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے کو ذلیل بنا دے) ذلت کی دعوت آجکل زیادہ تر ایک ہے یعنی جو کہ مُردوں کے ایصال ثواب کے لئے دعوت کی جاتی ہے اور طالب علموں اور ملّاؤں وغیرہ کو بلایا جاتا ہے بس یہ دعوت ہے کہ اس کے کھانے والے عام لوگوں میں حقیر سمجھے جاتے ہیں چنانچہ کانپور میں ایک دفعہ ایک دعوت میں جاتے ہوئے طالبعلموں کی نسبت سنا کہ خدا خیر کرے کس کے گھر چڑھائی ہوئی ہے۔ بس اس قسم کی دعوت طعام ذلت ہے اس سے بچنا چاہیئے ؎

بئس المطاعم حین الذل تکسبھا ۔۔۔ فالقدر منتصب والقدر مخفوض

(سب سے بُرے ہیں وہ کھانے جنہیں تم ذلیل ہو کر حاصل کرو کہ ہانڈی تو خوب خوب چڑھی پک رہی ہو مگر قدر گھٹ گئی ہو)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اہل علم کو اس دعوت سے بچنا چاہیئے جس میں ذلت ہو وجہ یہ کہ اہل علم کی

ذلت خود علم کی ذلت ہے قبول کرنے کے لائق صرف وہ دعوت ہے جو محض محبت سے ہو حلال کھانا ہو نہ اس میں رسم کی پابندی ہو نہ تفاخر اور نہ ریا ہو نہ ذلت ہو بلکہ اس کی بنا محض محبت ہی محبت ہو ایسے ہی ہدیہ میں بھی ہونا چاہیئے بس اس قسم کی دعوت اور ہدیہ مسنون ہے اس کا قبول کرنا سنت ہے کیونکہ صرف محبت سے ہے تہادوا تحابوا (ہدیہ دو اور محبت بڑھاؤ) حدیث شریف میں ہے باقی رسم کے طور پر جو کچھ دیا جاتا ہے مثلاً شادی کے جوڑے وغیرہ اس میں محبت کا نام بھی نہیں ہاں اگر محض محبت سے بلا قید و پابندی رسوم ہو تو جائز ہے بلکہ ایسا ہدیہ کھانے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور منجملہ ان حقوق کے جو ایک مسلمان کے دوسرے پر ہیں عیادت یعنی بیمار پرسی ہے اس کے بھی آداب ہیں ان میں بھی افراط تفریط ہو رہی ہے چنانچہ بعض آدمی تو سرے سے بیمار کو پوچھنے ہی نہیں جاتے یہ تفریط ہے اور بعض جو پوچھنے جاتے ہیں تو بجائے اس کے کہ بیمار کو ان سے راحت ہوتی یہ اور اُلٹے موجب تکلیف بنتے ہیں مثلاً وہاں جا کر زیادہ دیر تک بیٹھا رہے یہ تکلیف کی بات ہے بیمار آدمی کو مختلف حوائج اور ضروریات ہوتے ہیں اور وہ بیچارہ ان کا لحاظ کرتا ہے اور تکلیف اُٹھاتا ہے [یا اس کی مہمانی کھاتا رہے۔ مرتب]۔ حدیث شریف میں ہے کہ من عاد منکم مریضًا فلیخفف جلوسہ (جو مسلمان کسی مریض کو دیکھنے جائے وہ تھوڑی دیر بیٹھے) البتہ تیمار داری اور چیز ہے اس میں بیمار کے پاس ہر وقت بیٹھنا خدمت کے لئے ہے خدمت ہر کسی پر ضروری نہیں مگر دفع اذیت اور راحت سب پر ضروری ہے بعض آدمیوں کی عادت ہے کہ بیمار آدمی کے پاس بیٹھ کر فضول قصے ہانکا کرتے ہیں یا خود اس بیمار ہی سے بیماری کا سارا قصہ پوچھتے ہیں ایسی باتوں سے بیمار کو تکلیف ہوتی ہے ان سے بچنا چاہیئے۔ ع بہشت آنجا کہ آزارے نباشد۔ ایک ان حقوق میں سے تعزیت و شرکت جنازہ ہے۔ اس کے بھی آداب ہیں۔ مثلاً کندھا دینا قبر میں اُتارنا کچھ پڑھ کر ثواب بخشنا مگر شریعت کے موافق جس سے اُس کو نفع پہونچے ورنہ بیکار ہے مثلاً بعض لوگ ایصال ثواب کے لئے میت کے تمام پارچہ جات پوشیدنی دے دیتے ہیں اور تمام ورثہ سے اجازت نہیں لیتے یا ورثہ نابالغ ہوتے ہیں جن کی اجازت قبل از بلوغ معتبر نہیں سو یہ تصرف میت کے ترکہ میں جو کہ سب ورثہ میں مشترک ہے ناجائز ہے۔ ہاں بعد تقسیم ترکہ جس کا جی چاہے اپنے حصہ میں سے دے سکتا ہے اور ایسے کپڑے وغیرہ اشیاء استعمالی اکثر مساجد اور مدارس میں آتے ہیں لہذا مدرسہ اور مسجد والوں کے ذمہ ضروری ہے کہ اُمور مذکورہ کی تحقیق کر لیا کریں وعظ ختم ہوا اور تمام وعظ کا خلاصہ یہ ہوا کہ معاشرت باہمی میں اس کا خیال رہے کہ مردہ اور زندہ سب کو راحت اور نفع پہونچے اور کسی کو مضرت اور تکلیف نہ ہو اور ان اُمور میں سلیقہ صحبت

خلاصۂ وعظ از حضرت والا

اہل اللہ سے حاصل ہوتا ہے مگر بعضے لوگ خود بزرگوں کے ہاں جانے میں ایسی بے احتیاطی کرتے ہیں کہ انکو تکلیف ہوتی ہے مثلاً جانے کے وقت اپنی فرصت کا تو لحاظ کرتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ آیا یہ وقت ان کی فرصت کا بھی ہے یا نہیں چاہے وہ وقت ان کے آرام کا ہو مگر ان کو اسی وقت جا کر تکلیف دیجاتی ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اتنی دیر بیٹھتے ہیں کہ ان کے آرام کا سارا وقت ختم ہو جاتا ہے ان جانے والے بزرگ کا تو کوئی نقصان نہ ہوا مگر دوسرے آدمی کو جو اذیت پہونچی وہ کس مد میں ہے سو یہ نہایت بے تمیزی اور حماقت ہے اگر اتفاق سے ایسے وقت جانا ہو تو نہایت اختصار کرنا چاہیئے۔ تھوڑا بیٹھیئے۔ ایک شخص حضرت حاجی صاحب کے پاس عین دوپہر کے وقت آتے تھے اور حضرت کی نیند ضایع ہوتی مگر حضرت اپنی خوش اخلاقی سے کچھ نہ فرماتے ایک روز حضرت حافظ ضامن صاحب شہید علیہ الرحمۃ کو تاب نہ رہی اور اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور کہا کہ بیچارے درویش رات کو جاگتے ہیں دوپہر کا وقت تھوڑا سا سونے کا ہوتا ہے وہ تم خراب کرتے ہو یہ کس قدر بے انصافی ہے آخر کچھ لحاظ چاہیئے اور حضرت حافظ صاحب کی یہ تیزی بضرورت تھی بعض اوقات اصلاح اخلاق بجز سیاست اور سختی کے نہیں ہوتی اور کسی کے پاس جانے میں ایک اسکا خیال رکھے کہ اطلاع کر کے جاوے اور عام بیٹھک میں اگرچہ بلا اطلاع جانا جائز ہے اور لا انہ خلوا بیوتا الخ سے مستثنے ہے مگر خاص خلوت کے وقتوں میں وہاں بھی نہ جانا چاہیئے شاید تکلیف ہو یا گرانی ہو حاصل یہ کہ ہر وقت ہر حالت میں اس کا خیال بہت رکھے کہ کسی کو اپنے سے تکلیف اور گرانی نہ ہو۔ فقط۔
